عباداللہ فاروقی ایڈووکیٹ

فقہائے دارالعلوم کوفہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہؓ کے دور میں تین اسلامی دارالعلوم قائم ہوئے مدینہ میں، مکہ معظمہ میں اور کوفہ میں۔ یہی تین درسگاہیں تمام علوم کا مرکز اور سرچشمہ تھیں اور تمام اسلامی دنیا میں انہی علوم کے انوار پھیلے اور انہی کے نور کی شعاعوں نے عرب وعجم کے ذرات کو چمکایا۔ مکہ معظمہ کی درسگاہ کے مدرس اعلیٰ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بن عمرو، زیدؓ بن ثابت اور کوفہ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود تھے۔

معجم البلدان میں کوفہ کے بیان میں امام احمدؒ سے حضرت سفیان ثوریؒ امام المحدثین کوفہ کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے:۔

"احکام حج کے لیے مکہ، قرارت کے لیے مدینہ اور حرام وحلال کے لیے کوفہ مرکز ہے۔"

کوفہ کے دارالعلوم کی تعلیم اور حسن انتظام کا ثبوت عملی یہ ہے کہ اس نے ایسی کثیر جماعت محدثین اور فقہاء وقضاۃ کی تیار کی جو بلاد اسلامیہ کے قاضی اور مفتی کے عہدوں پر ممتاز ہوئی اور تفقہ واجتہاد میں ان کا مرتبہ نہایت اعلیٰ تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک جو ایسے طلبہ اس دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ ابن قیم نے ان کو پانچ طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا طبقہ

علامہ سبعی الکوفی، علقمہ ابن قیس الکوفی، اسود بن یزید الکوفی،

مفتی عمر بن شرجبیل الکوفی محدث مسروق بن الاجدع متبنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، عبیدہ بن عمر الکوفی، شریح بن الحارث الکوفی، قاضی سلمان بن ربیعہ الکوفی، قاضی اسود بن غفلہ الکوفی، عبدالرحمٰن بن یزید الکوفی، سعید بن جبیر الکوفی، عبداللہ بن عقبۃ الکوفی، خیثمہ بن عبدالرحمٰن الکوفی، سلمہ بن صہیب الکوفی، زرین حبیش الکوفی، عمرو بن میمون الکوفی، ہمام بن حارث العابد الکوفی، حارث بن سوید الکوفی، ربیع بن خیثم الکوفی، شقیق بن سلمہ ابو وائل الکوفی۔

ان کے علاوہ حارث بن قیس، مالک بن عامر، عبداللہ بن سنجرہ، خلاص بن عمر، عتبہ بن فرقد، صلہ بن زفر، شریک بن نخیل کے نام لکھ کر ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ:

"یہ گروہ محدثین کا اکابر تابعین سے ہے جو کہ ابن مسعودؓ اور علیؓ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ اکابر صحابہ کی موجودگی میں لوگ ان سے فتوی لیتے اور یہ فتوے دیتے تھے۔ ان میں سے اکثر نے حضرت عمرؓ، عائشہؓ، علیؓ کی شاگردی کی ہے، اور عمرو بن میمون نے حضرت معاذؓ سے بھی تعلیم حاصل کی ہے۔ ان ہی علماء میں سے حضرت ابن مسعودؓ کے دونوں صاحبزادے بھی ہیں، اور عبدالرحمٰن ابی لیلیٰ نے ایک سو بیس صحابہ سے روایت کی ہے۔ ان کے حلقہ درس میں صحابہ شریک ہوتے اور حدیثیں سنتے تھے۔ ابن حارث کہا کرتے تھے کہ کسی عورت نے ان کے مثل لڑکا نہیں جنا۔"

یہ پہلے طبقہ کے محدثین ان لوگوں میں ہیں جو ائمہ فن اور مجتہد تھے اور حکومت اسلامیہ کی طرف سے قاضی اور مفتی کے عہدوں پر مامور تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار محدثین اس طبقہ کے کوفہ میں موجود تھے۔

دوسرا طبقہ

اس میں ابراہیم نخعی، قاسم بن عبدالرحمن بن عبداللہ، ابی بکر بن ابی موسیٰ، محلب بن دثار

حکم بن عتبہ، جبلہ بن سہیم وغیرہ ہیں۔

تیسرا طبقہ

اس میں حماد بن ابی سلیمان، سلیمان اصفر، سلیمان اعمش، مسعر بن کدام وغیرہ ہیں

چوتھا طبقہ

اس میں ابن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی۔ عبداللہ بن شبرمہ۔ سعید بن اشوع، شریک القاضی قاسم بن معن، سفیان ثوری، ابوحنیفہ حسن بن صالح وغیرہ ہیں۔

پانچواں طبقہ

اس میں حفص بن غیاث، وکیع بن الجراح، اصحاب ابی حنیفہ، حسن بن زیاد، محمد بن حسن، عافیتہ القاضی، اسد بن عمر، نوح بن دراج القاضی، اصحاب سفیان ثوری یحییٰ بن آدم۔

علامہ ابن قیم کی یہ فہرست ہمارے نزدیک تمام فقہائے کوفہ کا احاطہ نہیں کرتی، کیونکہ وہاں تو ہر ایک گھر دارالفقہ یا فقہ اکیڈمی اور بچہ بچہ اس کا فقیہ تھا۔

چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے کہ:۔

"حماد فقیہ العراق جب حج سے واپس آئے تو فرمایا، اے اہل کوفہ! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کوفہ کے کمسن لڑکے عطا، طاؤس، مجاہد محدثین مکہ سے افقہ ہیں۔"

اہل کوفہ میں اس قسم کا احساس بنا بر حقیقت ہی تھا، کیونکہ فہرست مندرجہ بالا ان محدثین کی ہے جو اپنے طبقہ میں فن روایت و درایت کے جامع اور مجتہد اور امام اور مناصب افتا یا قضاء سے ممتاز تھے ورنہ ابن سعد نے اپنے طبقات میں علمائے کوفہ کا تذکرہ ایک مستقل اور بڑی جلد میں کیا ہے۔ اس میں بھی تمام علمائے کوفہ کا ذکر نہیں، بلکہ

صحابہؓ سے تیسری صدی تک کے وہ علماء درج ہیں جو فقیہ ہیں۔

ابن سعد نے طبقات کی چھٹی میں ۱۰۰۶ فقہائے کوفہ کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے بعد فقہائے کوفہ کے ۹ طبقات بیان کیے ہیں۔ اس جلد کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں کہ:

"کوفہ میں تین سو مجاہد وہ تھے جو بیعتِ شجرہ میں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی سند لے چکے تھے اور ستر صحابہ وہ تھے جن کو غزوہ بدر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی کی عزت حاصل ہوئی تھی"

شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں کہ:

"صحیح حاکم میں شعبی سے روایت ہے کہ صحابہ میں چھ قاضی تھے جن میں سے تین مدینہ میں تھے اور تین کوفہ میں۔ مدینہ میں عمرؓ، ابیؓ اور زیدؓ اور کوفہ میں علیؓ، ابن مسعودؓ اور ابوموسےٰؓ تھے"

حضرت عبدالجبار بن عباس کہتے ہیں کہ:

"میرے والد نے عطاء بن ابی رباح محدثِ مکہ سے مسائل دریافت کیے انہوں نے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ جواب دیا کوفہ کا، عطاء نے فرمایا تعجب ہے کہ تم مجھ سے مسائل دریافت کرتے ہو حالانکہ مکہ والوں نے تو علم اہلِ کوفہ سے سیکھا ہے" [۱]

(یہاں علم سے مراد علم فقہ ہے ورنہ حدیث کے حفاظ مکہ اور مدینہ میں بکثرت تھے۔ ا،ر)

ذیل میں چند فقہائے عراق کے حالاتِ زندگی پیش کیے جاتے ہیں۔

علقمہ بن قیس فقیہِ عراق

یہ زمانہ نبوت میں پیدا ہوئے اور سنہ ۶۲ھ میں انتقال کیا۔ بہت سے صحابہ ان کے علوم

---

[۱] طبقات ابن سعد

سے فیضیاب ہوئے۔ ان سے حدیثیں سنیں اور ان سے روایت کی۔ ان کا علمی پایہ اس قدر بلند تھا کہ صحابہ کرامؓ ان سے مسائل پوچھتے اور فتوے لیتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی وفات کے بعد کوفہ میں ان کے بجائے علقمہ ہی تعلیم و رشد و ہدایات کی مسند پر بٹھائے گئے۔

علامہ ذہبی ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"انہوں نے ابن مسعود سے قرآن پڑھا اور تجوید سیکھی اور تفقہ حاصل کیا اور ابن مسعود کے تمام شاگردوں میں زیادہ ممتاز ہیں"

حضرت ابن مسعودؓ جس طرح نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم، عادات، اخلاق اور اعمال میں نمونہ تھے۔ اسی طرح علقمہ ان امور میں حضرت ابن مسعودؓ کا نمونہ تھے۔ تہذیب التہذیب میں اعمش کہتے ہیں:۔

"عمارہ سے ابو معمر نے کہا مجھے ایسے شخص کے پاس لے چلو جو اخلاق و عادات اور اعمال میں ابن مسعودؓ کا نمونہ ہو۔ عمارہ یہ سن کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور علقمہ کی مجلس میں جا بیٹھے"

ابو المثنیٰ کہتے ہیں کہ:۔

"جس نے عبداللہ کو نہ دیکھا ہو وہ علقمہ کو دیکھ لے، ان دونوں میں کچھ فرق نہیں"

جب یہ فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ان کو سند فضیلت عطا فرمائی اور اس میں یہ الفاظ تحریر فرمائے:۔

"ما اقرء شیئا ولا اعلمه الا علقمة یقرءٔه و یعلمه"

یعنی میں نے جو کچھ پڑھا اور جو کچھ مجھے آتا ہے وہ سب علقمہ پڑھ چکے اور ان کو آ گیا ہے۔

غرض تابعین میں علقمہ بن قیس کا وہی رتبہ تھا جو صحابہ میں ابن مسعود کا۔ علقمہ سے کتب احادیث میں ہزاروں احادیث ہیں۔

ابراہیمؒ نخعی (فقیہ العراق)

سنہ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۹۶ھ میں انتقال کیا۔ چند صحابہ کی زیارت کا فخر ان کو حاصل ہے۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان سے روایت کرنا بیان کیا ہے۔ مگر تہذیب التہذیب میں ابن مدائنی نے اس کے خلاف نقل کیا ہے۔ البتہ یہ لکھا ہے کہ:۔

"فن حدیث کے امام ہیں اور حدیث میں اس قدر کمال تبحر تھا کہ امیر فی الحدیث ان کا خطاب تھا یعنی حدیث کی صحت اور سقم کے مشخص اور طبیب تھے۔ ان کی علمی عظمت و جلال کی یہ کیفیت تھی کہ مغیرہ کہتے ہیں سلاطین کی ہم پر جس قدر ہیبت تھی اسی قدر ابراہیم کی تھی۔ شہرت سے بہت محتاط تھے۔ درس میں ممتاز جگہ پر نہ بیٹھتے"

خلاصۃ التہذیب کے حاشیہ پر ابن شعیب سے نقل ہے کہ:۔

"بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام میں ابراہیم سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا"

ان کے انتقال پر علامہ شعبی نے فرمایا:۔

"ما ترك احداً اعلم منه (کہ اپنے بعد کسی کو اپنے سے زیادہ عالم نہیں چھوڑا)"

کوفہ میں بعہدہ افتاء ممتاز تھے اور حضرت علقمہ کے افضل ترین شاگردوں میں سے تھے۔ ان ہی کے دامن میں تربیت پائی۔ ان کے بعد یہی مسندِ علم پر بٹھائے گئے۔

تہذیب التہذیب میں علقمہ کے بیان میں ابوالمثنے سے یہ قول نقل کیا ہے:۔

"علقمہ ابن مسعود کے فضل و کمال اور اعمال میں نمونہ ہیں اور ابراہیم تمام علوم میں علقمہ کا نمونہ ہیں"

حمادؒ بن ابی سلیمان (فقیہ العراق)

آپ نے سنہ ۱۲۰ھ میں انتقال کیا۔ حضرت انس صحابی اور زید بن وہب، سعید بن المسیب

عکرمہؒ، ابو وائلؒ، حسن بصریؒ، عبد اللہ بریدہؒ، علامہ شعبیؒ، عبد الرحمٰنؒ بن سعید سے جو کبار محدثین اور ائمہ حدیث ہیں، روایت کی اور ان سے حدیث پڑھی۔

عاصم، شعبہ، ثوری، حماد بن مسلمہ، مسعر بن کدام اور ہشام جیسے ائمہ فن ان کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے اور سنن اربعہ میں کثرت سے ان کی روایتیں ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے اپنے روبرو ان کو فتویٰ دینے کی اجازت دی تھی۔ ابراہیم نخعی کے بعد ان کی مسندِ تعلیم پر بٹھائے گئے اور فقیہ العراق کا خطاب پایا۔

عامر بن شراحیل الشعبی

۱۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳ھ میں انتقال فرمایا۔ پانسو صحابہ کی زیارت کا شرف ان کو حاصل ہے۔ عاصم احول کہتے ہیں کہ:

"کوفہ، بصرہ اور حجاز میں شعبی سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا"

خود فرمایا کرتے تھے کہ:

"بیس سال سے آج تک کسی محدث سے ایسی روایت نہیں سنی جس کا مجھے علم نہ ہو"

عبد اللہ بن عمر صحابی نے ایک بار شعبی کو مغازی کا درس دیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ:

"تمام محدثین سے بلکہ مجھ سے بھی زیادہ یہ شخص مغازی کو جانتا ہے"

غرض شعبی صحابہ کے روبرو حدیث کا درس دیتے اور صحابہ بھی ان کے درس میں شریک ہوتے ابو مجاز فرماتے ہیں کہ:

"سعید بن المسیب مفتیٔ مدینہ اور عطاء محدثِ مکہ، حسن بصری اور ابن سیرین محدث بصرہ کو میں نے دیکھا مگر شعبی ان تمام سے افقہ ہیں"

ابن عیینہ محدث کہا کرتے تھے کہ ابن عباس شعبی اور سفیان ثوری اپنے وقت میں بے مثل ہوئے۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے ان کو قاضی مقرر کیا۔

امام ابوحنیفہؒ

امام ابوحنیفہ برسوں ان کے حلقہ درس میں شریک رہے اور انہی کے دامنِ فیض میں علم کی تحصیل کی۔ علامہ شمس الدین لکھتے ہیں :۔

"وهو اكبر شيخ لابی حنيفة　　یعنی امام ابوحنیفہ کے بڑے استاد وہی تھے۔"

یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ آنحضرت کے زمانہ سے صرف قرآن و حدیث کی ہی تعلیم مروج تھی۔ آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی ہر شہر اور قریہ میں مدرسے قائم کیے اور معلمین مقرر فرمائے، عہدۂ قضاۃ اور افتاء میں علماء ہی منتخب کیے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کی مجلس شورٰے کے ارکان علماء ہی تھے [۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نصاب تعلیم مقرر فرمایا تھا، صحابہ اور تابعین کے عہد تک تمام اسلامی درسگاہوں میں وہی جاری تھا (یعنی قرآن و حدیث)

مسلمانوں میں تصنیف و تالیف کی ابتداء، خلافت عباسیہ کے شروع ۱۳۲ھ سے ہوئی اور قرآن و حدیث کے سوا علوم کے تراجم اور تصنیفات کا زمانہ اس کے بعد کا ہے، اس لیے امام ابوحنیفہ کے تحصیلِ علم کے وقت قرآن و حدیث کے سوا کوئی علم مسلمانوں کی تعلیم گاہوں اور نصابِ تعلیم میں داخل نہ تھا۔ چنانچہ علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:

"منطق، جدل اور فلسفہ یونان، صحابہ تابعین اوزاعی، ثوری، مالک اور ابوحنیفہ کا علم نہ تھا بلکہ ان کے علوم قرآن و حدیث وغیرہ تھے۔"

قارئین کرام! معتبر ذرائع سے معلوم ہوا، کہ دستور پاکستان کا مسودہ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو منظر عام پر آ رہا ہے اس مسودہ پر ترجمان الحدیث کا بے لاگ تبصرہ اور اہل علم کی آراء دیکھنے کیلئے جنوری کا انتظار فرمائیں۔ ——— (مینجر)

---

[۱] بخاری۔ کتاب الاعتصام